عباد اللہ فاروقی

سیّد جمال الدین افغانیؒ

سیّد جمال الدین افغانی ۱۸۳۸ء میں اسد آباد (افغانستان) میں پیدا ہوئے[۱] ۔ والد کا نام سیّد صفدر حسینی تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے حالات صرف سیّد صاحب ہی کو معلوم تھے، جو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ لہٰذا اس مسئلہ پر مستند معلومات کی روشنی میں گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ ان کی زندگی کے حالات اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں۔

سید صاحب کی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں تین ملکوں یعنی مصر، ایران اور ترکی سے خاص طور پر واسطہ رہا۔

آپ ۱۸۵۹ء میں امیر دوست محمد خاں تاجدارِ افغانستان کے حلقۂ ملازمت میں داخل ہو گئے تھے۔ یہاں آپ کو اپنی سیاسی مصلحت اندیشی کے اظہار کا خاطر خواہ موقع مل گیا۔ آپ نے امیر دوست محمد خاں کو اپنے مفید مشوروں سے راہِ ترقی پر چلانے کی کوشش کی لیکن خاکِ افغانستان سے خانہ جنگی کے جو فتنے اٹھ رہے تھے وہ سیّد افغانی کو کب اصلاحی پروگرام میں کامیاب ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ احمد شاہ گورنر ہرات نے، جو امیر کا داماد تھا، علَمِ بغاوت بلند کیا اور ہر طرف شورش پھیل گئی۔

۱۸۶۴ء میں امیر دوست محمد خاں کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد امیر شیر علی خاں تخت نشین ہوا۔ اس کے تینوں بھائی محمد اعظم، محمد اسلم اور محمد امین اس سے الگ ہو گئے۔ سیّد جمال الدین نے محمد اعظم کا ساتھ دیا اور اس کی ملازمت اختیار کر لی۔ محمد اعظم کے تخت نشین ہونے پر سیّد صاحب کا خیال تھا کہ اغیار کی جن سازشوں کا جال افغانستان میں پھیلا ہوا ہے، محمد اعظم کی جرأت سے اس کا سدِّباب ہو سکے گا، لیکن بعد میں انہیں محسوس ہونے لگا کہ اس ہنگامۂ افتراق میں آوازِ اخوّت کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ سیّد صاحب کو یقین ہو گیا کہ خوابِ اخوّت کی تعبیر اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ تمام

---

[۱] روایات کے مطابق ان کا اصل وطن ہمدان (ایران) ہے۔

اسلامی ممالک کو اوہام و وساوس کی زنجیروں سے آزاد کرایا جائے اور ان کی ذہنیت اسلامی اعتقاد سے اس درجہ منوّر کی جائے کہ وہ عالمگیر اخوّت کا بھولا ہوا سبق ایک بار پھر یاد کرنے کے قابل ہو جائیں۔

سیّد صاحب نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ایران سے کیا لیکن اس وقت کے والیٔ ایران ناصر الدین شاہ قاچار کی عیش پرستیوں اور روس و برطانیہ کی ملک میں دخل اندازیوں کو دیکھ کر وہ ایران میں نہ ٹک سکے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر انہوں نے مصر کے لئے رختِ سفر باندھا اور ۱۸۷۱ء میں مصر تشریف لے آئے

(الف) اہواز سے طہران تک سڑک بنانے کا ٹھیکہ ایک برطانوی کمپنی کو خاص حقوق کے ساتھ دیا گیا۔

(ب) ملکی معدنیات اردپائی ٹھیکیداروں کے سپرد کی گئیں۔

(ج) ریلوں کا اجارہ ایک روسی شہزادے کو دیا گیا۔

(د) تمباکو کی خرید و فروخت کا اجارہ انگریزوں کو دیا گیا۔

یہ واقعات نہایت ہی اندوہناک تھے۔ سیّد صاحب بھانپ گئے تھے کہ غیر ملکی ایران کی دولت سمیٹنے کی غرض سے کس طرح ملکی معاملات میں دخیل ہو رہے ہیں۔ وہ یقیناً ان کے مشن کی اشاعت میں مزاحم ہوں گے۔ چنانچہ وہ مصر چلے گئے۔ مصر اگرچہ ایک چھوٹا سا ملک ہے لیکن فوجی اعتبار سے وہ مشرق اور مغرب میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی بڑی وجہ نہر سویز ہے، جسے ایشیا اور یورپ کا درمیانی دروازہ کہتے ہیں۔ مصر کی اہمیت کو پہلے نپولین نے محسوس کیا۔ مصر میں فرانس کے زوال پر ۱۸۰۵ء میں محمد علی پاشا مصر کا بادشاہ تھا۔

۱۸۷۱ء میں اسمٰعیل پاشا مصر کا آزاد فرمانروا بنا دیا گیا۔ یہ بے حد مقروض ہو چکا تھا اس لئے اس نے ۱۸۷۵ء میں نہر سویز کے حصّے انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔

۱۸۸۲ء میں انگریزی اثر و رسوخ کے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھائی گئی۔ جب وزیر جنگ احمد اعرابی پاشا نے مصری عوام سے مل کر فرنگی اقتدار کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کیا۔ اس بغاوت کے لئے بھی زمین سیّد جمال الدین نے ہی ہموار کی تھی۔ غرض یہ پہلی مصری تحریکِ قومیت تھی جس کا مقصد مصری فوج کی تعداد کا بڑھانا اور ملکی معاملات میں انگریزوں کا عمل دخل ختم کرنا تھا لیکن یہ بغاوت دبا دی گئی

مہدی سوڈانی کی بغاوت اور سیّد جمال الدین افغانی

۱۸۷۲ء کے اواخر میں مہدی سوڈانی جب قاہرہ آیا تو اس نے سیّد جمال الدین افغانی سے ملاقات

کی۔ دونوں کے درمیان سوڈان کی سیاسی و تمدنی حالت پر دیرتک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ سیّد جمال الدین نے دلائل و براہین سے مہدی کی خاموش ذہنیت پر جہاد کا پرتو ڈالنے کی کوشش کی لیکن درویش سوڈانی ترغیب جہاد کی معقولیت تسلیم کر لینے کے باوجود عملی اقدام سے پہلوتہی کرتا رہا۔ درویش سوڈانی نے سیّد جمال الدین افغانی کو واشگاف الفاظ میں بتایا کہ سوڈانیوں کو ان الفاظ سے فریب دیا جاتا رہا ہے کہ "جب تک امام مہدی کا ظہور نہ ہو جہاد حرام ہے" یہ بات وہ پچاسوں برس سے ہمارے آباو اجداد سے سُنتے ہیں بار بار کے اعادہ نے یہ امر ان کے عقائد کا جزو بنا دیا ہے کہ "امام مہدی کے ظہور سے پہلے جہاد حرام ہے" اب اگر ان کو یہ کہا جائے کہ تم میدانِ کارزار میں کُود پڑو تو وہ سب سے پہلے یہ سوال کریں گے کہ امام آخر الزمان کہاں ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو جہاد کی وجہ جواز؟ ظہور امام سے پہلے جہاد جائز ہے تو ہمیں طویل عرصہ سے دھوکہ کیوں دیا جاتا رہا ہے؟ بتائیے ان سوالات کے جوابات کیا ہوں گے۔

سیّد جمال الدین افغانی:- اب تو کوئی مشکل نظر نہیں آتی۔ ان سب سوالات کا ایک ہی جواب ہے کہ تم خود مہدی بن جاؤ۔ اگر غلط دعویٰ سے قوم کا ستارہ منزل اقبال پر چمک سکتا ہے۔ تو اس گناہ کے مقابلہ میں یہ ثواب بہت بڑا ہے۔

بعض بیانات کے مطابق درویش سوڈانی کو ابنِ حجر عسقلانی اور امام سیوطی کا یہ قول بھی "ان من علاماتِ ظهور المهدی خروج السودان" (یعنی ظہور مہدی کی علامتوں میں سے ایک علامت سوڈان کی بغاوت ہے) سیّد جمال الدین ہی نے بتایا تھا اور یہی قول مہدی سوڈانی کے دعوائے مہدویت پر ایک ناقابلِ تردید شہادت ہے۔ مہدی سوڈانی کی بغاوت نے ہرچند انگریزوں کو متزلزل کر دیا تھا تاہم بالآخر میدان انگریزوں کے ہاتھ میں رہا۔ جب لارڈ کچنر نے سوڈان پر قبضہ کر لیا تو اس نے انتقام کی خاطر تحریک مہدی کے نام لیواؤں کی قبروں کو پامال کر دیا اور قبروں سے ان کی ہڈیاں نکال ان کی سخت توہین کی۔ کچنر نے مہدی سوڈانی کی قبر کھدوا کر نعش برآمد کی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریائے نیل میں پھینکوا دیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی شانِ غیرت ملاحظہ کیجئے۔ وہی کچنر ۱۹۱۸ء میں سفارتِ رُوس پر جاتے ہوئے طوفان میں گھر گیا۔ اور فرعون کی طرح موجوں کی زد میں اس نے دم توڑ دیا۔

جاوید نامہ میں کچنر کے غرق ہونے پر مہدی سوڈانی کی رُوح ظاہر ہو کر اس سے یوں خطاب کرتی ہے

گفت اے کشنر اگر داری نظر　　انتقامِ خاکِ درویشے نگر!
آسماں خاکِ ترا گورے نداد　　مرقدے جُز دریم شورے نداد

انگریزوں کے عہدِ حکومت میں مصر کے آثارِ قدیمہ کی کھدائی ہو رہی تھی اور قدیم فراعنۂ مصر کی قبریں کھودی گئیں۔ اس زمانہ کے رواج کے مطابق مدفون سلاطین کے ہمراہ دفن شدہ خزائن کے حصول کی خواہش اس مہم کو اور زیادہ تیز کر رہی تھی۔

جاوید نامہ میں اسی طرف اشارہ ملتا ہے ؎

وائے قومے کز ہوس گر دیدہ کور　　مے برد لعل و گہر از خاکِ گور!

اس کے جواب میں کچنر فرعون سے کہتا ہے کہ یہ کھدائی پُرانی قوموں کے حالات و واقعات کے انکشافات کے لئے کرائی جا رہی ہے لعل و گوہر کا جمع کرنا مقصود نہیں۔ فرعون کچنر کے جواب سے سخت جُز بُز ہوتا ہے اور کہتا ہے ؎

قبرِ ما را علم و حکمت بر کشود　　لیکن اندر تربتِ مہدی چہ بُود

ہماری قبریں تو علم و حکمت کے انکشافات کی غرض سے کھودی ہیں لیکن مہدی سوڈانی کی قبر میں کیا دھرا تھا کہ تُو نے اسے بھی کھود مارا اور اس کی ہڈیوں کو دریائے نیل کی نذر کر دیا۔

غرض سوڈان کی شورش جس طریق پر عمل میں آئی وہ سیّد افغانی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس قیاس کو یہ واقعہ یقین کی صورت عطا کرتا ہے کہ شورشِ سوڈان کے ایام میں انگریزی حکومت نے سیّد جمال الدین کی معرفت ہی سوڈانی درویش کو ترغیبِ صلح دینے کی کوشش کی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیّد صاحب اور مہدی کے تعلقات مسلّم اور محقّق تھے۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی پایۂ تحقیق تک پہنچ چکا ہے کہ پیرس میں سیّد صاحب اور مہدی کے درمیان دوستانہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا اس دعویٰ پر سب سے بڑی شہادت سیّد صاحب کی ہے اُنہوں نے مسٹر بلینٹ کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اصحابِ مہدی میں میرے شاگردوں کی کثرت ہے[1]۔

سیّد صاحب کی سیاسی بصیرت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جن دنوں مہدی نے عَلَمِ جہاد بلند کیا تھا۔ ان

---

[1] جمال الدین مطبوعہ جامعہ ملیہ میں سیّد صاحب کا پورا خط درج ہے۔

دِنوں حکومت ہند افغانستان کی تسخیر کے لئے فوج کشی کر رہی تھی۔ افغانوں کی خانہ جنگی نے اجنبی قوّتوں کے لئے فتح کا میدان صاف کر رکھا تھا۔ سیّد جمال الدین نے اس یلغار کے نتائج و عواقب کا پہلے ہی مطالعہ کر لیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ انگریز اس وقت کسی اور جنگ میں اُلجھ جائیں تو وہ ایک ہی وقت میں دو لڑائیوں کے حریف نہ ہو سکیں گے۔ بالآخر ان کو دونوں میدانوں سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ اس مدّبرانہ عاقبت اندیشی نے سیّد صاحب کو سوڈان میں جنگ آزادی کی تخم ریزی کرنے پر مجبور کیا اور نتیجہ سیّد صاحب کے قیاس کے مطابق رُونما ہو کر رہا۔

۱۸۹۹ء میں برطانیہ اور مصر کے درمیان ایک معاہدہ کی رُو سے سوڈان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور پہلا گورنر لارڈ کچنر مقرّر کیا گیا۔ اس وقت سلطان ترکی کا مصر اور سوڈان پر برائے نام اثر تھا۔ ورنہ تمام اختیارات انگریزوں کے ہاتھ میں تھے۔

۱۹۱۴ء میں عالمگیر جنگ چھڑ گئی۔ برطانیہ نے خدیو مصر عباس ثانی کو معزول کر کے حسین کامل کو سلطانِ مصر بنا کر مُلک کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور اپنی فوجیں مصر میں اُتار دیں۔ جو جنگ ختم ہونے کے بعد تک بدستور وہیں رہیں۔

جنگ کے بعد جو شخصیت اُبھری وہ سعد زاغلول پاشا کی تھی جس نے وفد پارٹی کے نام سے ایک تحریک چلائی۔ ۱۹۱۹ء میں سعد زاغلول پاشا کو گرفتار کر لیا گیا۔ مُلک میں بغاوت بڑھنے لگی بالآخر ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کو ایک اعلان کے ذریعے مصر کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا لیکن مصر کے مالی امور اور امور خارجہ اور سوڈان پر برطانیہ کے اختیارات قائم رہے۔ یہ تھے برطانیہ تسلّط کے نتائج جن کی روک تھام کے لئے سیّد افغانی بھرپور کوشش کرتے رہے لیکن مُلک میں برطانیہ کے پھیلائے ہوئے سازشوں کے جال کی وہ تاب نہ لا سکے۔ مصر سے جلاوطنی کے بعد آپ سوئیٹزرلینڈ اور پھر ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں کچھ مدّت مقیم رہنے کے بعد لندن چلے گئے۔ پھر ۱۸۸۵ء میں پیرس تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے اپنے شاگرد مفتی عبدہٗ مصری کے اشتراک سے ایک بلند پایہ اخبار العروۃ الوثقیٰ جاری کیا۔ عروۃ الوثقیٰ کے چند پرچے ہی نکلے تھے کہ اس کی شمع حیات کو زمانہ کی بادِ تند و تیز نے گُل کر دیا۔ اخبار بند ہونے کے بعد علاّمہ افغانی یورپ کی سیاحت میں مشغول ہو گئے۔

جرمنی کی سیاحت میں مصروف تھے کہ اتفاق سے ان کی ملاقات ناصر الدین شاہ قاچار سے

گئے وہ بھی اِن دنوں سیاحت یورپ میں مشغول تھا۔ شاہِ ایران انہیں راضی کر کے ایران لے آیا اور اپنا مشیر خاص مقرر کیا لیکن بادشاہ کی نالائقی اور عیاشی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ سید مرحوم کی ان سے نہ نبھ سکی۔ بادشاہ ملک کی تمام منفعت بخش پیداوار کے ٹھیکے غیر ملکیوں کو دے رہا تھا، اور ان کا منافع بجائے قوم و ملک پہ صرف کرنے کے اپنی ذات پر صرف کر رہا تھا اور ہر وقت عیش و عشرت میں مشغول رہ کر قوم کو ذلت و ادبار کے عمیق ترین گڑھوں کی طرف دھکیل رہا تھا۔ سید افغانی نے بے باکانہ طور پہ اس کی مخالفت کی۔ بادشاہ نے ان کی تذلیل کی اور ملک سے نکال دیا۔ شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۹۶ء میں ناصر الدین شاہ قتل ہو گیا۔ ایران سے نکل کر سید مرحوم بغداد گئے اور پھر لندن تشریف لے گئے وہاں انہوں نے 'ضیاء الخافقین' میں شاہِ ایران اور اس کی پالیسی کے خلاف آتشیں مضامین لکھے۔ ۱۸۹۲ء میں سلطان عبدالحمید خاں والی ترکی نے سید جمال الدین کو قسطنطنیہ آنے کی دعوت دی۔ آپ نے یہ دعوت قبول کر لی اور قسطنطنیہ تشریف لے گئے۔ سلطان نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ ترکی میں اس وقت تین تحریکیں چل رہی تھیں۔

(الف) مذہب کی پاکیزگی کے نام پہ (قرآن و حدیث کی روشنی میں) تحریک

(ب) وطنیت و قومیت کے نام پہ تحریک

(ج) عیسائی رعایا کی تحریک آزادی

یہ تینوں تحریکیں سلطنت ترکی کے خلیفہ کے خلاف چل رہی تھیں۔ مذہبی تحریک کو تقویت دینے میں جمال الدین افغانی کا نام پیش پیش ہے۔ سید جمال الدین افغانی کی تعلیم کا لب لباب یہ تھا:

"دُنیا کے تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں حکومت عوام کی ہونی چاہیئے بشہنشاہیت و آمریت اسلام کے منافی ہیں۔ لوگوں کو زیادتیوں اور بے انصافیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر ممکن جدّ و جہد کرنی چاہیئے۔"

سید افغانی شاہِ ایران کے خلاف مخالفت کی باتیں کیا کرتے تھے۔ چونکہ ایران و ترکی کے تعلقات دوستانہ تھے اور ان کی مخالفت سے دونوں سلطنتوں کے تعلقات کے بگڑنے کا اندیشہ تھا اس لئے سلطان موصوف نے سید افغانی کو اپنے پاس بُلا کر ایران کے خلاف نکتہ چینی بند کرنے کو کہا لیکن افسوس کہ وہ اپنے جذبۂ انتقام پہ قابو نہ پا سکے۔ انہیں دنوں ان کا ایک عقیدتمند

رضا آقا خاں ان کے پاس آیا اور کچھ دن ان کے ساتھ رہا۔ اس کے بعد ایران جاکر اس نے ناصر الدین شاہ قاچار کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اور گولی مارتے وقت چلّایا " بگیر از دست جمال الدین "

ناصر الدین شاہ کے قتل کے متعلق سلطان عبد الحمید خاں کو بعض ایسی شہادتیں ملیں جن سے اسے یقین ہو گیا کہ اِس معاملہ میں سیّد موصوف کا بھی ہاتھ ہے چنانچہ اس نے انہیں اپنے مکان واقع قسطنطنیہ میں نظر بند کر دیا۔ تاہم سلطان موصوف سیّد افغانی کا ان کے علم و فضل کی وجہ سے احترام کرتا تھا۔ حتّیٰ کہ جب حکومت ایران نے ناصر الدین شاہ کے قتل کے سلسلہ میں سیّد موصوف کی حوالگی کا مطالبہ کیا تو سلطان نے اسے ردّ کر دیا۔ ناصر الدین کے واقعۂ قتل کے چند ماہ بعد نظر بندی کے دوران میں سیّد موصوف کے گلے میں سرطان کا مرض پیدا ہوا اور مارچ ۱۸۹۶ء کو یہ آفتاب رشد و ہدایت غروب ہو گیا۔

سیّد جمال الدین افغانی کا مذہب

سیّد جمال الدین بہت بڑے منطقی اور فلسفی تھے۔ سیّد صاحب کی سیاسی سرگرمیاں خواب غفلت میں سوئے ہوئے مسلمانوں اور بالخصوص اس وقت کے علمائے سُو کے لئے نشتر سے زیادہ تیز حیثیت رکھتی تھیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں نے کبھی تو انہیں بابی مشہور کیا۔ اور کبھی دہریہ۔ ملحد۔ زندیق وغیرہ۔ آج یہ فتوے داستانِ پارینہ بن چکے ہیں۔ اور سیّد صاحب کی اپنی تحریریں اور تقریریں ان کی حتمی طور پر تردید کر چکی ہیں۔ آپ پر کفر و الحاد کے الزام کی تردید کے لئے آپ کے یگانۂ روزگار شاگرد مفتی عبدہٗ مصری نے کئی بار قلم اُٹھایا۔ انہوں نے سیّد صاحب کے رسالہ نیچریت کا عربی میں ترجمہ کیا۔ رسالہ ہذا میں سیّد صاحب موصوف نے منطق اور فلسفہ کی رُو سے خدا کی ذات وصفات۔ نبوّتِ محمدیؐ اور روحی وغیرہ پر عدیم النظیر دلائل قائم کئے ہیں مفتی عبدہٗ نے سیّد صاحب کی سیرت بھی لکھی ہے۔ سیّد صاحب کے مذہب کے متعلق انھوں نے لکھا ہے

" سیّد جمال الدین حنفی اور صوفیا کی طرف مائل تھے "۔

ان کے سیاسی نظریہ کے متعلق لکھا ہے کہ " ان کی تمام تر جدّ و جہد وسعی اس بات کے لئے تھی کہ تمام مسلمانانِ عالم ایک مرکز پر جمع ہو جائیں "۔

یہاں یہ ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سیّد جمال الدین کی چند بابیوں سے واقفیت تھی۔

اِس میں جوں کی بنا پر بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سیّد مرحوم بابی المذہب تھے۔ چنانچہ پروفیسر براؤن نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "سیّد جمال الدین افغانی بابی مذہب کے ایک جلیل القدر داعی تھے"

اس کے علاوہ مشہور ادیب امیر شکیب ارسلان نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ شاہِ ایران ناصر الدین شاہ قاچار کو سیّد جمال الدین افغانی کے ایک بابی دوست رضا آقا خاں نے قتل کیا۔ اس شخص کو اِس جرم میں پھانسی کی سزا ہوئی۔ فرانس کے ایک مصوّر رسالہ میں قاتل کی وہ تصویر شائع ہوئی جس میں قاتل کو تختۂ دار پر لٹکا ہوا دکھایا گیا تھا۔ اور لوگ اس کے گرد جمع ہو کر اس کو دیکھ رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا۔

عَلوٌّ فی الحیاتِ وفی المماتِ لعمری تلک حدُّ المعجزاتِ

یعنی زندگی میں بھی سربلندی اور موت کے بعد بھی سربلندی۔ بخدا یہ ایک معجزہ ہے۔ پھر فرمایا۔ "دیکھو، اُنھوں نے رضا آقا خاں کو کتنا اُونچا چڑھایا ہے اور خود اس کے نیچے کھڑے ہیں۔ جیسے اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا مرتبہ اس سے کم تر ہے۔"

غرض سیّد جمال الدین افغانی کو بابی قیاس کرنے والے لوگ دو استدلال قائم کرتے ہیں :

(الف) یہ کہ سیّد افغانی بابیوں کے دوست تھے۔

(ب) دوسرے رضا آقا خاں جو بابی ہونے کی حیثیت سے مرتد اور زندیق تھا۔ اس کے پھانسی پانے کے متعلق سیّد مرحوم کے الفاظ بالخصوص "بخدا یہ ایک معجزہ ہے"۔ دلالت کرتے ہیں کہ وہ بابیوں کو برحق سمجھتے تھے

رسالہ نیچریت سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بابیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن ان کی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ ان کے دوست بھی تھے۔ وہ بحیثیت انسان جلالی و کمالی، اوصاف کے صحیح معنوں میں مظہر تھے۔ وہ نہایت راست باز اور منکسر المزاج تھے۔ نام و نمود سے انہیں دلی نفرت تھی۔ وہ جہاں ایک کامل فلسفی تھے وہاں ایک جیّد عالم باعمل بھی تھے۔ وہ نہایت بے باک حق گو تھے۔ آپ کے فلسفہ کے متعلق فرانس کے مشہور فلسفی اینان کا قول ہے "کہ جب میں ان سے ہمکلام ہوتا تو ایسا محسوس کرتا گویا ابن سیناؒ، ابن رشدؒ یا اسی پایہ کے کسی دوسرے مشرقی فلسفی سے باتیں کر رہا ہوں"۔ سیّد موصوف صوفی المشرب عابد و زاہد بھی تھے مسلمانوں کی پست ہمتی اور زبوں حالی کو دیکھ کر ان کا دِل بہت کڑھتا اور وہ ہر وقت اُنھیں کامران و سربلند کرنے کی تجویزیں سوچتے رہتے۔

افغانی مشن کے محرکات

سید جمال الدین افغانی کا دور آزمائش اور ابتلا کا دور تھا۔ اسلامی سلطنتوں عالم نزع کی کیفیت طاری تھی۔ ہر ملک اور ہر خطے میں مسلمان نفاق کی نذر ہو رہے تھے۔ نصرانی فوہیں فتح و نصرت کے علم تھامے اسلامی دنیا میں آگے بڑھ رہی تھیں۔ افغانی نے دشمنوں کی بدنیت بھانپی اور مقابلہ پر آڈٹے۔ اس کی پاداش میں حبس۔ جلاوطنی اور جانی خطرہ ان کی زندگی کا معمول بن گیا۔

ہندوستان میں انگریزوں نے مغل سلطنت کا چراغ گل کر دیا۔ اورنگ زیب کے بعد شاہی ایوان لڑکھڑا کر گر پڑا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے رہا سہا وقار بھی ختم کر دیا۔ مسلمان عتاب کا نشانہ بنے۔ ان کی اقتصادی و سیاسی حالت تباہ ہو گئی۔ اختیار چھن گیا۔ ان کے گلوں میں غلامی کا طوق پڑ گیا۔ ملک اور دولت پر ان کا قبضہ نہ رہا۔ بے عملی اور بے بسی کی کیفیت طاری ہوئی۔ بیرونی طاقت کے مقابلے کی ہمت جواب دے گئی۔ وقتی مصلحت نے ایسا پانسہ پلٹا کہ اپنے غداری اور اغیار سے ملنے لگے۔ ابنائے وقت چند مراعات لے کر خوش فکر غلام بن گئے اپنے بھائیوں کے گلے پر چھری چلانے لگے انہوں نے آزادی کی جدو جہد کچلنی چاہی۔ انگریزوں کے ہاں میں ہاں ملائی۔ اور ان کے قدم جمائے انہوں نے آزادی کے پروانوں کو بے دریغ شعلوں کی نذر کیا۔ یہ دشمنانِ وطن انگریزوں کی پیداوار تھے۔ ان پر نظرِ کرم اس لئے تھی کہ یہ ملک میں بے دینی اور نفاق پھیلانے، بیداری کی تحریک کے ناکام بنانے اور حریت پسندوں کو کچلنے میں کارآمد ثابت ہوں۔

افغانستان ہندوستان کا ہمسایہ ملک ہے دونوں ملکوں کی قسمت صدیوں سے ایکدوسرے کیساتھ وابستہ رہی۔ افغانستان اغیار کی دست برد سے ظاہری طور پر محفوظ تھا لیکن غلام سازانِ یورپ نے نہایت ہی راز داری کے ساتھ ملک کے گوشہ گوشہ میں سیاسی سازشوں کا جال بچھا رکھا تھا جس کے المناک نتائج خانہ جنگی کی صورت میں ظاہر ہو رہے تھے۔ اور افغانستان کی سیاست آغوشِ انقلاب کی طرف جا رہی تھی۔

افغانستان میں امیر دوست محمد خاں کی وفات کے بعد خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔ ان حالات میں انگریزوں نے مداخلت کا راستہ پیدا کر لیا۔ انہیں اپنی سیاسی مصلحتوں کی تکمیل کے لئے ایک ایسا ملک ہاتھ آیا جو ہندوستان کا پاسباں تھا اور روسی حملے کو روکنے کے لئے چھاؤنی

کا کام بھی دے سکتا تھا نتیجتاً انگریز افغانیوں کے دوست بن گئے اور افراد کو باہم لڑا لڑا کر انہیں تباہ کرنے لگے

ایران کی حالت نہایت ہی مخدوش تھی۔ اس پر جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے روس اور برطانیہ کا تسلط بڑھ رہا تھا۔ مصر جو ممالکِ اسلامیہ میں یوں واقع ہے کہ اسے حرمین شریفین کا دروازہ کہتے ہیں دست بُرد زمانہ سے نہ بچ سکا۔ اس پر آفت آنے سے اسلامی سیاست کو سخت صدمہ پہنچا۔ اُدھر ترکی میں سلطان عبدالحمید کی طاقت گھٹتی گئی اور یورپ والے ترکی کو مردِ بیمار کہنے لگے علاوہ ازیں باقی اقطاع کی حالت بھی مخدوش تھی۔

۱۸۸۰ء میں گارڈن کی وہ یادداشت مرتب ہوئی جس کی رُو سے مصر انگلستان کو، شام فرانس کو، اور آرمینیا روس کو دینے کا فیصلہ ہوا۔ اس میں سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کی تجویزیں بھی شامل تھیں۔

ان حالات میں سید صاحب نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا علاج اتحادِ اسلامی کی صورت میں تلاش کیا۔ وہ مسلمانوں میں ایک ایسا ذہنی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جس کی بنا تو حقائق علمیہ پر ہو لیکن اس کا عملی پہلو سیاسی تفوق اور پان اسلامزم کی طرف رہنمائی کرنے والا ہو۔ تاکہ فروعی اعتقادات کے باعث مسلمانوں میں مغائرت کی جو حد قائم ہے وہ خود بخود ٹوٹ جائے۔ اس کے بعد مسلمان من حیث المجموع مغرب کے بڑھتے ہوئے سیلاب غلام سازی کو روکنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ وہ قدامت پسند مولویوں اور عافیت کیش مشائخ کی طرح صرف دعاؤں ہی سے بگڑی ہوئی تقدیر بنانے کے حامی نہیں تھے۔ ان کے نزدیک قناعت و صبر فطرتِ انسانی کے درخشاں جوہر تو تھے لیکن ترکِ مساعی و توکل ہی کو خوشنودی الٰہی کا ذریعہ بنا لینا اسلامی تعلیمات کے منافی تھا۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے :

"جزائے عمل اور ثمرِ سعی قدرت کے دو فیاضانہ عطیے ہیں لیکن وہی قوم خدا کی بخشش کا اپنے آپ کو مستحق ٹھہرا سکتی ہے جو اسلام کو محض جزو کا عقیدہ قرار نہیں سمجھتی بلکہ عمل و سعی کا ایک قابلِ تسلیم دستور مانتی ہے میں دُعا اور اس کی تاثیر کا قائل ہوں لیکن صرف دُعا سے ہی کسی قوم کی قسمت نہیں بدل سکتی۔ بابِ تاثیر صرف اسی شخص کی صدا کا منتظر ہے جو شمشیر اُٹھا کر کہتا ہے کہ "اے خدا مجھ کو میدانِ جنگ میں فتح عطا کر" اس کے برخلاف جو شخص خلوتِ عافیت میں بیٹھا ہوا خدا سے یہ چاہتا ہے کہ میری دُعا میں اتنی تاثیر پیدا ہو جائے کہ وہ دشمن کی فوج پہ بجلی بن کر گرے یا فرشتے آسمان سے اُتریں اور میری قوم کے دشمنوں کو تہ تیغ کر دیں یہ شخص قدرت کا مضحکہ اُڑا رہا ہے جس کے جواب میں قدرت بھی اس کے ارادوں کا مضحکہ اُڑانے میں حق بجانب ہے۔ قدرت اس کی دُعا کس طرح قبول کر سکتی ہے جبکہ وہ انسانی فرائض بھی غیبی طاقتوں سے پورے کرانا چاہتا ہے۔

قدرت صرف اسی قوم کی حالت بدلتی ہے جو خود اپنی حالت بدلنے کا تہیہ کر لیتی ہے اور جوشِ عمل سے اپنی راہِ ترقی کو رکاوٹوں سے پاک کرنے پر تل جاتی ہے۔ یہ قوم اس گروہ کا مضحکہ اُڑانے میں حق بجانب ہے جو صرف توکّل ہی کو بنائے اسلام اور حقوق اللہ و حقوق العباد کا ذریعہ تکمیل قرار دیتا ہے۔ اس گروہ کی حالت اس نمک حرام نوکر سے ملتی جلتی ہے جو اپنے غلامانہ کام بھی آقا سے کروانا چاہتا ہے۔" (ترجمہ)

ان سطور پر اگر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور کیا جائے تو اس کا ہر جملہ قرآنی تلمیحات سے منوّر نظر آئے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّد صاحب نے قرآن و حدیث کے وسیع اور جامع مطالعہ سے ایسے روشن نتائج اخذ کر لئے تھے جو اکثر علماء کے متفکرانہ تجسّس سے ہمیشہ پوشیدہ رہے۔

اگرچہ اتحادِ اسلامی (PAN-ISLAMISM) کا نہایت محدود اور ہلکا سا تصوّر اٹھارھویں صدی میں شیخ عبدالوہاب نجدی کی اس تحریک میں ملتا ہے جو اس مجاہد اعظم نے نجد کو ملا کر عرب میں اسلامی اتحاد کی بُنیاد ڈالنے کی نیّت سے شروع کی تھی اور جس کو بدنام کرنے کے لئے انگریزوں نے کئی حربے اختیار کئے لیکن سیّد افغانی کی تحریک جامعیت اور عمومیّت کا پہلو لئے ہوئے تھی۔ یہ ایک خاکہ تھا جو ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ شاہ صاحب کو معلوم ہو گیا تھا کہ دُنیا میں ہر کہیں نصرانیت اسلام کی دشمن ہے اسی بنا پر انہوں نے پوری عیسائی طاقت کے خلاف تمام مسلمانوں کا متحدہ محاذ قائم کرنے میں اپنی زندگی صرف کر دی۔ اور اپنے مشن کی اشاعت کے لئے وہ ہندوستان، افغانستان، ایران، ترکی، مصر، عرب، فرانس، انگلستان اور رُوس وغیرہ پہنچے۔ انہوں نے اعداء کے بڑھتے ہوئے رسوخ کے خلاف آزادی کی جنگ چھیڑی اور آج یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان اگرچہ دُنیا میں باقی ہیں لیکن سیّد صاحب کے نقشِ قدم پر نہ چلنے اور اپنی بےعملی اور کاہلی کی وجہ سے زبوں حالی اور صعوبتوں میں گھرے ہوئے ہیں۔

ایک طرف جمال الدین افغانی عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں کا استیصال کرتے رہے اور دوسری طرف عیسائی مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے نئے نئے ہتھیار برتتے رہے۔ انہوں نے بڑی چالاکی سے عرب، عراق، ترکی اور ایران کے مسلمانوں کو وطنیت کا سبق دیا۔ اور یہ ذہن نشین کرایا کہ ہر ایک کی قومیّت وطن سے مربوط ہے۔ ایرانیوں کا عربوں سے عربوں کا عجمیوں سے کوئی قومی رشتہ نہیں۔ افغانی نے مسلمانوں کو اس شاخِ نازک پر آشیانہ بنانے سے منع کیا اور بتایا:-

"ہر رابطہ جو شریعت سے باہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مردود ہے"۔ اس وقت

جو مسلمان الگ بٹے ہوئے ہیں یہ اسلام کے بنیادی اصول ترک کرنے اور بزرگوں کا راستہ چھوڑنے کے سبب سے ہے اگر مسلمان ارباب اقتدار شرعِ اسلام کے جامع اصول اختیار کریں اور سلف کے طریقوں پر چلیں تو بڑی قلیل مدت میں اللہ کی طرف سے عظمت پا سکتے ہیں۔"

انگریزوں نے پوری شد و مد سے وطنیت کے شعلوں کو ہوا دی تاکہ اتحادِ اسلامی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ انہوں نے سلطنت عثمانیہ کے اردپائی مقبوضات کو علیحدگی کے لئے اُکسایا۔ زارِ روس نے اپنی چیرہ دستیوں سے وسط ایشیا کے مسلمانوں کو جدا کیا۔ مخالفین نے مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے جغرافیائی ٹکڑوں میں بانٹ کر انہیں کمزور اور منتشر کر دیا۔

غرض یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یورپ کی موجودہ سیاست جمال الدین افغانی کی سیاست کا ردِ عمل ہے مسلمانوں کو داخلی اور خارجی سطح پر ایک دوسرے سے لڑایا جا رہا ہے اور ایسی صورتِ حال پیدا کر دی گئی ہے کہ وہ کبھی آپس میں متحد نہ ہونے پائیں۔ اسلام وطنیت کے خلاف ایک کھلی آواز ہے۔ اسلامی قومیت کی بنا وطن نہیں بلکہ توحید اور رسالت ہے لیکن وطن پرستی کا نعرہ ہر طرف سے سنا جا رہا ہے۔ یورپ نے وطنیت کو قوم کی اساس قرار دے کر ملتِ اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا ہے۔ اب مسلمان ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اتحادِ اسلامی کا حسین تصور خواب بن کر رہ گیا ہے ؎

فرقہ بندی کی ہوا تیرے گلستان میں چلی
ہائے ان مالیوں نے باغ اُجاڑا اپنا